رجسٹرڈ ڈایل نمبر ۲۲۹۶ ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو قادیان دارالامان سے نکلتا ہے رجسٹرڈ ڈایل نمبر ۲۲۹۶

فاروق

قادیان

ہفت روزہ اخبار اہل اسلام کی خدمت میں

قیمت فی پرچہ ۱ ؎

انڈیا سے باہر پانچ روپیہ (صہ)

جلد (۱۳) | قادیان مورخہ ۲۸ فروری سنہ ۱۹۲۹ء مطابق ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۴۷ھ | نمبر (۴۳)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سلسلہ کی خبریں

(۱) حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ بخیریت ہیں

ڈاک خانہ قادیان کے خلاف شکایات کی تحقیقات

(۲) ۲۲ فروری سنہ ۲۹ء کو دوران تحقیقات میں پوسٹل سٹاف قادیان اپنے بچاؤ کیلئے ایک ناکردہ گناہ پوسٹمین کے ذمہ سارا قصور تھوپنے کی کوشش کرتا رہا ہے۔ جو نہایت ہی قابل افسوس امر ہے۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے۔ کہ پوسٹمین کا ان سنگین معاملات میں ذرہ بھر بھی قصور نہیں۔ امید ہے کہ سپرنٹنڈنٹ صاحب اپنے فرائض اور ذمہ واریوں کو ملحوظ رکھکر اصل قصوروار وں کو نہ چھوڑتے ہوئے ایک بیکس اور ناکردہ گناہ کو قربانی کا بکرا نہ بنائینگے مفصل حالات آئندہ اشاعت میں شائع ہونگے۔

(۳) جن احباب کا چندہ ششماہی اس ماہ میں ختم ہو چکا ہے انکے نام اگلا پرچہ بذریعہ وی پی دو روپیہ چار آنہ بابت ششماہی آئندہ بھیجا جائیگا۔ وصول فرما کر شکریہ کا موقعہ بخشیں۔

(۴) ماہ رمضان میں جو دوست فاروق کی سالانہ خریداری کرینگے۔ ان کو ایک ۳۶۴ صفحہ کی کتاب لاجواب قیمتی دو روپیہ آئینہ حق نما بجواب ثناء اللہ امرتسری کے مایہ ناز رسالہ الہامات مرزا

سب پوسٹماسٹر قادیان کی ناجائز اور خلاف قانون کارروائیاں

جب سے عالم خاں سب پوسٹماسٹر قادیان کا دور دورہ شروع ہوا ہے۔ تب سے ناظرین اخبار الفضل و فاروق کو وقتاً فوقتاً اپنے اپنے گھروں میں پوسٹماسٹر قادیان کی خاص عنایات اور مہربانیوں کا احساس اخباروں کے لیٹ پہنچنے۔ سرکل چٹھیوں کے بیرنگ پہنچنے سے کافی طور پر ہو رہا ہے۔ ممکن ہے کہ احباب کو شاید یہ خیال ہو۔ کہ ڈاک خانہ قادیان کی ان جارحانہ بے قاعدگیوں کے متعلق قادیان والے خاموش بیٹھے ہیں۔ اور کسی ذمہ دار اعلیٰ افسر تک شکایت کو نہیں پہنچاتے۔ اسکے متعلق میں احباب کی اطلاع اور تسلی کے لئے عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ قادیان کے تقریباً تمام دفاتر نے فرداً فرداً تکلیف اٹھانے پر پوسٹ ماسٹر جنرل اور صاحب سپرنٹنڈنٹ ڈاک خانجات کو اتنی شکایتیں بھیجی ہیں۔ کہ اتنی شاید سال بھر میں تمام پنجاب کے ڈاک خانوں کی مل ملا کر بھی۔ پی۔ ایم۔ جی کو نہ پہنچی ہوں۔ مگر موجودہ سب پوسٹماسٹر غالباً افسر صاحبان ڈاک خانجات کے خاص منظور نظر معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے ان سب شکایتوں کو معمولی کارروائی کا تختہ مشق بنا کر داخل دفتر کر دیا جاتا ہے۔ اور ذرا بھر بھی وقعت نہیں دی جاتی۔ افسران بالا P.M.G کو رپورٹ کر دیتے ہیں۔ کہ تحقیقات پر شکایت غلط معلوم ہوئی یا بوجہ کثرت کار کے فلاں سہل انگاری ہوئی۔ اس لئے عملہ ڈاک خانہ بے قصور ہے۔ یا کافی شہادت میسر نہ آنیکے باعث شکایت پایہ ثبوت کو نہ پہنچی وغیرہ وغیرہ جیسے خاص گھڑے گھڑائے جواب دیکر معاملات کو دبا دیا جاتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ پوسٹ ماسٹر قادیان دن بدن ہماری دلآزاری اور تکلیف دہی میں دلیری پکڑتا جاتا ہے۔ مثال کے طور اخبار الفضل کا کچھ حصہ ایک مرتبہ نہیں دو تین مرتبہ جان بوجھ کر رکھ لیا۔ اور

ضروری اعلان برائے خریداران فاروق

احباب کو معلوم ہے کہ فاروق کی اشاعت ۱۴ فروری سے ہفت روزہ ہو گئی ہے۔ اور اس کی قیمت خریداری بھی بڑھا دی گئی ہے۔ اس لئے ہم ان احباب کی خدمت میں جن کی خریداری کا وقت ۱۴ فروری کے بعد ختم ہوتا ہے۔ ادب سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ اپنی خریداری کی رقوم بابت ششماہی کا روپیہ مع محصول ڈاک بذریعہ منی آرڈر دفتر فاروق قادیان بھیج دیں۔ ورنہ ۱۴ فروری کے بعد ہم ان احباب کو فاروق نہ بھیج سکیں گے۔ اور ان کا نام خریداروں کی فہرست سے خارج کر دیا جائیگا۔ منیجر فاروق قادیان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہمارے گواہوں کو دکھایا۔ کہ یہ میں نے روک لیا ہے جاؤ بحق P.M. کو رپورٹ کر دو۔ کیونکہ اس کو تسلی ہے کہ بحق P.M. خود تو کیا کریگا۔ اس کے دفتر میں شکایت جائیگی۔ اور دفتری حکومت کے ماتحت ہمارے مہربان تحقیق کنندگان کے پاس آئیگی۔ اور وہ مطلق توجہ نہیں کرتے ۔

اسی طرح چند روز گذرے۔ کہ دفتر دعوت و تبلیغ نے دوسو کے قریب سرکلر چٹھی جلسوں کے انعقاد کے متعلق بھیجی۔ مطبوعہ چٹھی تھی۔ مگر اس تمام چٹھی کو جس بیدردی سے پوسٹماسٹر ڈاک خانہ قادیان نے پیرنگ کر کے ہمارے غریب بھائیوں کا خون چوس کر ڈاک خانہ کا خزانہ بھرا ہے۔ وہ اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ حالانکہ وہ ڈاک خانہ کے قواعد کے مطابق بھیجی گئی تھی ۔

مگر آخر بکرے کی ماں کب تک خیر منائیگی۔ سو دن چور کا ایک دن سادھ کا بدقسمتی سے ایک پیکٹ رجسٹرڈ پاک پٹن سے کتاب گھر کے نام جنوری ۱۹۲۹ء کو آیا۔ ٹکٹ اس پر لگے ہوئے موجود وزن درست رجسٹری کی رسید موجود۔ غرضیکہ کسی طرح کا بھی کوئی قسم نہ تھا۔ اور ہوتا بھی کس طرح کیونکہ رجسٹرڈ پیکٹ تو تمام قسم وغیرہ دیکھ کر ہی بک کیا جاتا ہے مگر چونکہ پوسٹماسٹر قادیان کے منہ کو جو روستم کا خون لگا ہوا تھا۔ حسب عادت اس نے اس ضروری پیکٹ کو بھی روک کر نقصان پہنچانے کی خاطر اتنا ڈبل پیرنگ کیا۔ کہ کبھی ایسا پیرنگ دنیا میں نہیں سنا ہوگا۔ یعنی پیکٹ ۹ رکا رجسٹرڈ تھا۔ مگر آپ نے خیر سے ۱۲/۱۲ کا پیرنگ کر دیا۔ ممکن تھا۔ کہ کوئی ناواقف آگے سے ہوتا۔ تو جبکہ عام طور پر قاعدہ ہے۔ اسے بھی ۱۲/۱۲ دے کر وصول کر لیتا۔ اور اس طرح ڈاک خانہ کا ناجائز طور پر خزانہ بھرنے سے پوسٹماسٹر کی نیکنامی میں ضرور اضافہ ہوتا۔ مگر کتاب گھر نے اس کو بالکل ناجائز سمجھکر انکاری کر دیا۔ اور اوپر صاف لفظوں میں لکھدیا۔ کہ "ناجائز طور پر پیرنگ ہونے کی وجہ سے اس کو لینے سے انکاری ہوں" چٹھی رسان نے اس پر اسی ۲۶ جنوری ۱۹۲۹ء کو ہی رپورٹ لکھدی کہ مکتوب الیہ لینے سے انکاری ہے۔ پیکٹ کے واپس ڈاک خانہ جانے پر پوسٹماسٹر کو معلوم ہوا۔ کہ اس کا داؤ ۱۲/۱۲ وصول کرنے کا تو نہیں چلا۔ اگرچہ دیدہ و دانستہ پیکٹ کو روکنے اور دیر کرنے سے نقصان رسانی کا مدعا ضرور بدرجہ اولیٰ حاصل ہو گیا ہے۔ تو اب ناظرین سنئے۔ کہ پوسٹماسٹر قادیان کو کیا کیا کارستانیاں کرنے کی ضرورت پیش آئی ۔

(۱) پوسٹماسٹر نے سیاہی سے مکتوب الیہ کے ریمارک انکاری کو ایسا کاٹا۔ کہ بالکل پڑھا نہ جا سکے ۔

(۲) پوسٹ مین کی رپورٹ کی تاریخ ۲۶/۲۹ کو ایسی طرح ۳۰/۲۹ بنایا تاکہ کوئی اس کو کاٹ کر بنایا ہوا نہ سمجھ سکے ۔

(۳) پیرنگ کی رقم ۱۲/۱۲ کو ایسی طرح ۱۲/۱۲ بنایا۔ تاکہ وہ ۱۲/۱۲ پڑھے ہی نہ جائیں ۔

(۴) نو آنے کے ٹکٹوں میں سے صرف ۲ر کی ٹکٹیں رہنے دیں۔ تاکہ وہ یہ کہہ سکے کہ ٹکٹ کم تھے۔ اس لئے میں نے پیرنگ کیا۔ حالانکہ اس عقلمند کو اتنی سمجھ نہ آئی کہ رجسٹرڈ پیکٹ کو کون عقلمند پیرنگ کرنا جائز سمجھتا ہے۔ جبکہ رسید اشو کرنے والا ڈاک خانہ اوپر چسپاں شدہ ٹکٹ کی مقدار ان ضروری طور پر درج کرتا ہے۔ بعقل پر ایسا پردہ پڑا۔ کہ اس کو پیرنگ کر دیا ۔

(۵) پھر اس پیکٹ پر بھولے بھالے پوسٹماسٹر نے دوسرے ڈاک خانہ والوں کو لکھا ہے۔ کہ واپس شدہ پیکٹ کا Cover یعنی اوپر والا کاغذ دفتری کارروائی کے لئے واپس کر دو۔ اس کے نیچے تاریخ ۲۶/۲۹ لکھی۔ شامت اعمال سے اور تاریخوں کو تو ۳۰/۲۹ بنا دیا۔ مگر اس تاریخ کو ۳۰/۲۹ بنانا یاد نہ رہا۔ غالباً گھبراہٹ نے ایسا کرنے کا موقعہ نہ دیا۔ اصل کانڈ جس پر یہ کارستانیاں پوسٹماسٹر نے کی ہیں وہ بحق شکایتی درخواست کے پاک پٹن سے فرسٹندہ نے پوسٹماسٹر جنرل کے پاس بذریعہ رجسٹری بھیجا جو تحقیقات کے واسطے فرسٹ تحقیقات کنندہ ڈاک خانہ کے پاس پہنچا۔ جس کی بنا پر وہ تحقیقات کے لئے قادیان میں آئے۔ جن کے پاس مسل میں شامل ہے۔ جو ہماری نظر سے گذرا ۔

اب اس قدر ناجائز کارروائیوں کی موجودگی میں بھی جو بالکل ظاہر ہیں۔ کسی مزید شہادت کی بھی ان پر ضرورت نہیں۔ اگر افسران ڈاک خانجات نے اپنی سابقہ یکطرفہ کارروائی سے کام لیا۔ جیسا کہ سابقہ تجربہ ہمیں بتلاتا ہے۔ تو بس پھر ناظرین سمجھ لیں۔ کہ دنیا سے انصاف اور حق بالکل ہی اٹھ جائینگے۔ نہ کوئی قانون ہے۔ اور نہ کوئی اخلاق کا نمونہ ہے ۔

اسی طرح دوسرا ایک سخت معاملہ ہے اور وہ بھی کتاب گھر کا ہے۔ مختصراً اسے بھی سن لیجئے۔ کہ ۵ر فروری ۱۹۲۹ء کو ایک پارسل کتب نہایت مضبوط بنا کر ڈاک خانہ میں بھیجا۔ مگر ڈاک خانہ والوں نے جو آج کل ہم کو ستانے کا اوھار کھائے بیٹھے ہیں حسب معمول اس پارسل کو نامعقول عذرات کر کے واپس کر دیا اور جان بوجھ کر اسے روک کر نقصان پہنچایا۔ چنانچہ یہی پیکٹ اسی طرح بندھا ہوا بغیر کسی ٹکٹ کے ڈاک خانہ میں بھیجا گیا۔ جو بلا چون وچرا اور بغیر کسی اعتراض کے بک ہو گیا۔ اور یہاں وہ پہنچا ہے۔ وہاں سے بھی چٹھی آئی ہے۔ کہ نہایت محفوظ اور صحیح و سالم حالت میں پارسل پہنچا۔ اس کے متعلق بھی کافی شہادتیں موجود ہیں۔ سنا ہے۔ کہ کمشنری ریمانڈروں کے بعد تحقیقات شروع کی گئی ہے۔ ہمیں ان شکایات کا حشر تو معلوم ہی ہے۔ تاہم پبلک کی مختصر سی آگاہی کے لئے ان دو شکایات کو شائع کیا جاتا ہے۔ تاکہ پبلک سمجھ سکے۔ کہ اتنے اتنے Serious واقعات کو افسران ڈاک خانجات کس طرح بے پرواہی اور بے اعتنائی کا تختہ مشق بنا رہے ہیں ۔

۱۴ر جنوری کا فاروق بوجہ اتوار ڈاکخانہ میں ۱۵ر کو صبح ہونے نو بجے پہنچا دیا۔ جس کو ڈاک خانہ ۱۸ر جنوری تک روانہ کرتا رہا۔ اور تین دن تک اتنی قلیل تعداد کا پرچہ سارٹ ہوتا رہا۔ اسکی تار پوسٹماسٹر جنرل کو دیگئی۔ وہاں سے ضابطہ کا جواب آیا۔ کہ تحقیقات کی جائیگی۔ تحقیقات ہوئی ثبوت کافی ہونے پیش کر دیا۔ مگر فیصلہ ابھی تک کچھ نہیں ہوا۔ اور نہ امید ہے کہ ہو۔ صاحب سپرنٹنڈنٹ تین چار روز سے آئے ہوئے ہیں دیکھئے اس دفعہ وہ کیا کرتے ہیں۔ جس کا ذکر آئندہ پرچہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

"فاروق"

قادیان دارالامان مورخہ ۲۸ فروری ۱۹۲۹ء

احمدی مشن

رمضان المبارک

(از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا۔ عبادات دو قسم کی ہوتی ہیں۔ عبادات مالی اور عبادات بدنی۔ مالی عبادتیں تو اُس کے لئے ہیں۔ جس کے پاس مال ہو اور جس کے پاس نہیں وہ معذور ہے۔ بدنی عبادتیں بھی انسان جوانی میں کر سکتا ہے۔ ورنہ ساٹھ سال کے بعد طرح طرح کے عوارض لاحق ہو جاتے ہیں۔ اور جو کچھ انسان جوانی میں کر لیتا ہے۔ اس کی برکت بڑھاپے میں ہوتی ہے۔ اور جس نے جوانی میں کچھ نہیں کیا۔ اُسے بڑھاپے میں بھی صدہا رنج برداشت کرنے پڑتے ہیں ؎

ہوئے سفید از اجل آرد پیام

اس لئے چاہیئے۔ کہ حسب استطاعت خدا کے فرائض بجا لاوے۔ روزہ کے بارہ میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے وان تصوموا خیر لکم۔ اور روزہ رکھنا تمہارے لئے خیر و برکت ہے۔

ایک بار میرے دل میں آیا۔ کہ یہ فدیہ کس لئے مقرر ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اس لئے ہے۔ کہ اس سے روزہ کی توفیق ملے۔ خدا ہی کی ذات ہے۔ جو توفیق عطا کرتی ہے۔ اور ہر شے خدا ہی سے طلب کرنی چاہیئے۔ وہ قادر مطلق ہے۔ وہ اگر چاہے۔ تو ایک مدقوق کو بھی طاقت روزہ عطا کر سکتا ہے۔ اس لئے مناسب ہے۔ کہ ایسا انسان جب دیکھے۔ کہ روزہ سے محروم رہا جاتا ہوں۔ تو دعا کرے۔ کہ الٰہی یہ تیرا مبارک مہینہ ہے۔ میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال زندہ رہوں یا نہ رہوں۔ یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ کر سکوں۔ اس لئے اس سے توفیق طلب کرے۔ مجھے یقین ہے کہ ایسے قلب کو خدا توفیق بخشے گا۔ اگر خدا تعالےٰ چاہتا۔ تو دوسری اُمتوں کی طرح اس اُمت میں قید نہ رکھتا۔ مگر اس نے قید بھی بھلائی کے واسطے رکھی ہیں۔ میرے نزدیک اصل یہی ہے۔ کہ جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے باری تعالےٰ میں عرض کرتا ہے۔ کہ اس مہینے میں مجھے محروم نہ رکھ تو خدا اُسے محروم نہیں رکھتا۔ اور اس حالت میں اگر رمضان میں بیمار ہو جائے۔ تو یہ بیماری اس کے حق میں رحمت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ہر ایک کام کا مدار نیت پر ہے۔ جو شخص روزہ سے محروم رہتا ہے۔ مگر اس کے دل میں یہ نیت درد دل سے تھی۔ کہ کاش میں تندرست ہوتا اور روزہ رکھتا اس کا دل اس بات کے لئے گریاں ہے۔ تو فرشتے اس کے لئے روزہ رکھیں گے۔ بشرطیکہ وہ بہانہ جو نہ ہو۔ اور خدا ہرگز اسے ثواب سے محروم نہ رکھے گا۔ اگر کسی شخص پر اپنے نفس کے کسل کی وجہ سے روزہ گراں ہے اور وہ اپنے خیال میں گمان کرتا ہے کہ میں بیمار ہوں۔ اور میری صحت ایسی ہے کہ اگر ایک وقت نہ کھاؤں۔ تو فلاں فلاں عوارض لاحق ہونگے۔ اور یہ ہوگا۔ اور وہ ہوگا۔ تو ایسا شخص جو خدائی نعمت کو خود اپنے اوپر گراں گمان کرتا ہے۔ کب ثواب کا مستحق ہوگا۔ ہاں وہ شخص جس کا دل اس بات سے خوش ہے کہ رمضان آگیا اور اس کا منتظر ہی تھا کہ آوے اور روزے رکھوں۔ اور پھر وہ بوجہ بیماری کے نہیں رکھ سکا۔ تو وہ آسمان پر روزہ سے محروم نہیں ہے۔ اس دنیا میں بہت سے لوگ بہانہ جو ہیں۔ اور وہ خیال کرتے ہیں۔ کہ جیسے وہ اہل دنیا کو دھوکا دے لیتے ہیں۔ ویسے ہی خدا کو فریب دے لیتے ہیں۔ بہانہ جو اپنے وجود سے آپ مسئلہ تراش لیتے ہیں اور تکلفات شامل کر کے ان مسائل کو صحیح قرار دے لیتے ہیں۔ لیکن خدا کے نزدیک وہ صحیح نہیں ہیں۔ تکلف کا باب تو بہت وسیع ہے۔ اگر انسان چاہے۔ تو اسکی رو سے ساری عمر بیٹھکر ہی نماز پڑھتا رہے اور رمضان کے روزے بالکل نہ رکھے۔ مگر خدا تعالےٰ اس کی نیت اور اس کے ارادے کو جانتا ہے۔ اگر اس کے دل میں درد ہے۔ خدا تعالےٰ اُسے اصل ثواب سے زیادہ ثواب دیتا ہے۔ کیونکہ درد دل ایک قابل قدر شے ہے۔ حیلہ جو انسان تاویلوں پر تکیہ کرتے ہیں۔ لیکن خدا کے نزدیک یہ تکیہ کوئی شے نہیں۔ جب میں نے چھ ماہ کے روزے رکھے۔ تو ایک دفعہ ایک طائفہ انبیاء کا مجھے کشف میں ملا۔ اور انہوں نے کہا۔ کہ تو نے کیوں اپنے نفس کو مشقت میں ڈالا ہوا ہے۔ اس سے باہر نکل۔ اسی طرح جب انسان اپنے آپ کو خدا کے واسطے مشقت میں ڈالتا ہے۔ تو وہ ماں باپ کی طرح رحم کر کے اُسے کہتا ہے کہ تو کیوں مشقت میں پڑا ہے۔ مگر جو لوگ تکلف سے اپنے آپ کو مشقت سے محروم رکھتے ہیں۔ خدا ان کو دوسری مشقت میں ڈالتا ہے۔ اور نکالتا نہیں ہے دوسرے جو خود مشقت میں پڑتے ہیں۔ اُن کو آپ نکالتا ہے۔ انسان کو واجب ہے۔ کہ اپنے نفس پر آپ شفقت نہ کرے بلکہ ایسا بنے۔ کہ خدا تعالےٰ اس کے نفس پر شفقت کرے کیونکہ انسان کی شفقت اس کے نفس پر اس کے واسطے جہنم ہے۔ اور خدا کی شفقت جنت۔ ابراہیم علیہ السلام کے قصہ پر غور کرو۔ کہ جو آگ میں خود گرنا چاہتا ہے۔ اُسے آگ سے بچاتا ہے اور جو خود آگ سے بچنا چاہتا ہے وہ آگ میں ڈالا جاتا ہے۔ یہی سِرّ ہے اور یہ اسلام ہے کہ جو خدا کی راہ میں پیش آوے۔ اس کا انکار نہ کرے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عصمت کے فکر میں خود لگتے۔ تو واللہ یعصمک من الناس آیت نازل نہ ہوتی۔ حفاظت آلٰہی کا یہ سر ہے اور روزوں کے فضایل میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ انسان کی دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں۔ اور مکالمات آلٰہیہ کا شرف بھی اسے مل سکتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ واذا سالک عبادی عنی فانی قریب۔ الآیہ۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دیانند ششن

الفضل کا آریہ سماج پر اظہار افسوس

اور

آریہ سماج کی زبان سے بقلم فاروق اس کا جواب

(۱)

معزز لوکل ہمعصر "الفضل" نے ۸ فروری کی اشاعت میں "ویدوں کا ترجمہ اور آریہ سماج" کے عنوان سے ایک لیڈنگ آرٹیکل لکھا ہے۔ جس میں آریہ سماج کی اس کمزوری پر کہ وہ باوجود اس دعویٰ کے کہ "ویدوں کا پرچار" آریہ سماج کا مقصد اعظم ہے۔ اور باقی آریہ سماج کا سب سے بڑا مقصد ویدوں کا ترجمہ کرنا تھا۔ اظہار افسوس کیا ہے۔ کہ وہ کیوں اس روحانی اور جسمانی دینی و دنیوی علوم سے پُر کتاب کا بقول آریہ سماج جس پر تمام دنیا کی نجات منحصر ہے۔ اور جس میں ایسے ایسے حقائق اور معارف بھرے پڑے ہیں۔ جو کسی اور الہامی کتاب میں نظر ہی نہیں آتے۔ دنیا کی مروجہ اور زندہ زبانوں میں ترجمہ کرکے اپنے مذہبی اور اخلاقی فرض کو ادا نہیں کرتی۔ ہمعصر "الفضل" کا یہ افسوس واقعی بجا اور نہایت بجا ہے۔ مگر آریہ سماج بھی اس افسوس پر توجہ کرنے کے لئے اپنی زندگی تک معذور ہے۔ اور ویدوں کے رازہائے سربستہ کو دنیا کے سامنے پیش کرنے سے ایسی مجبور ہے۔ کہ اگر اس کے ٹکڑے ٹکڑے بھی کردو۔ تب بھی وہ ویدوں کا ترجمہ عام فہم مروجہ زبانوں میں ہرگز ہرگز کرنے کو تیار نہیں اور اس کے چند وجوہات ہیں۔ جن میں سے کسی قدر میں اپنے مکرم ایڈیٹر الفضل کے سامنے پیش کردیتا ہوں۔ اور اس کو ہی وہ آریہ سماج کی طرف سے اپنے آرٹیکل کا جواب سمجھ لیں۔ اور آئندہ آریہ سماج کو ترجمہ وید کے متعلق غیرت دلاکر نادم و خجل کرنے کی تکلیف نہ فرماویں:۔

ویدوں سے آریوں کی جہالت

اس میں ذرا شبہ نہیں کہ جس مذہب کی بنیاد کسی الہٰی گیان یعنی الہامی کلام پر ہو۔ اس مذہب کے پیروؤں کا سب سے مقدم فرض یہ ہے۔ کہ وہ اس کتاب کا صحیح اور پورا علم حاصل کریں۔ پہلے خود پڑھیں۔ پھر دوسروں کو پڑھائیں۔ پھر دنیا کے سامنے اس کتاب کو انسانوں کی بولی اور مروجہ زبان میں ترجمہ کرکے پیش کریں۔ تب جاکر ان کا یہ حق ہو سکتا ہے۔ کہ وہ غیر مذاہب کو اپنی دھرم پستک کی طرف دعوت دیں۔ ورنہ بیفائدہ مغز خوری کرنا کہ ہمارا مذہب ہمارا دھرم ہماری کتاب ہی عالمگیر ہدایت ہے۔ اس کو بغیر دیکھے۔ سُنے۔ پڑھے سمجھے۔ آزمائے۔ آنکھیں بند کرکے مان لو۔ تو تمہاری نجات ہو جائیگی۔ حماقت نہیں تو اور کیا ہے خصوصاً وہ قوم جس کو خود اپنی دھرم پستک (مذہبی کتاب) سے اتنی دوری ہو۔ جتنی کہ برہمن کو گائے کے گوشت سے۔ وہ بھی منہ رکھتی ہے۔ کہ ایسی کتاب کی طرف لوگوں کو بلائے۔ جس پر خود اس کو یقین نہیں۔ اس کا کیا حق ہے۔ کہ وہ دوسروں کو اس کتاب کے ماننے پر مجبور کرے۔ جس کو خود نہیں مانتی۔ جیسا کہ آریوں کا حال ہے۔ کہ وہ خود تو ویدوں سے محض نابلد ہیں۔ ان کے دل میں ویدوں پر یقین نہیں۔ ویدوں کی شکل و شباہت قد و قامت حسن و قبح سے وہ بالکل ناآشنا ہیں۔ باایں بے سروسامانی وکم مائیگی وہ کیوں لوگوں کو ویدوں کی طرف بلاتے ہیں۔ چنانچہ ان کی اس حالت پر ان کی اپنی شہادتیں ملاحظہ کریں:

پہلا گواہ آریہ پتر کا بریلی

بریلی کا آریہ ایڈیٹر اپنے رسالہ "آریہ پتر کا" مورخہ ۱۹ اکتوبر ۱۸ء میں ویدوں سے آریوں کی واقفیت کا اس طرح پتہ دیتا ہے۔ کہ

"اے بھولے بھالے آریو! آپ تو "میاں منگتے اور باہر گھڑے درویش" کی مثل کے مصداق ہو جو چیز تمہارے پاس ہی نہیں تم دوسروں کو کیا دوگے۔ جب تم خود ویدوں کے پڑھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اور ان کی ودیا (علم) کو حاصل کرنا تضیع اوقات سمجھتے ہو۔ تو دوسروں کو ویدوں کا پیغام کیا دے سکتے ہو۔ تمہارے اس کہنے سے کہ ویدوں میں رتن بھرے پڑے ہیں۔ وہ روحانیت اور علوم الہٰی کا مخزن ہیں۔ ان میں دنیا بھر کی سائنس اور فلاسفی پائی جاتی ہے۔ وہ دنیا کی لائبریری میں سب سے اعلیٰ اور مفید کتابیں ہیں۔ کوئی شخص ان کو پڑھنے کی رغبت نہیں کرے گا۔ بلکہ وہ صریحاً دیکھے گا کہ تم جس چیز کی تعریف کر رہے ہو۔ تم خود اس سے ناآشنا ہو"

یہ ہے۔ آریوں کی ان ویدوں کے متعلق واقفیت کا ثبوت۔ جس کی وجہ سے وہ ویدوں کا مروجہ زبانوں میں ترجمہ کرنے سے عاجز ہیں۔ آگے اور سنو!

دوسرا گواہ تھیوبرت لعل آریہ

یہ آریہ "سادھو" نام ایک رسالہ کا ایڈیٹر ہے۔ اور رسالہ "انڈر" اکتوبر ۱۹۰۹ء میں آرگنزیشن" کے عنوان سے ایک مضمون لکھتا ہوا آریوں کی ویدوں سے ناواقفیت کا ان الفاظ میں اظہار کرتا ہے۔ کہ

"ہمارے آریہ بھائیوں کو کم از کم اتنا تو سمجھنا چاہیئے کہ جن ویدوں کا تم گیت گاتے ہو۔ تم میں سے ایک بھی ایسا آدمی نہیں ہے۔ جو ان کا ماہر کہا جائے۔ نہ تم میں ایسے عالم ہیں۔ جو اصلی معنوں میں ویدوں کے حقوق کا اعلان کرسکیں۔ نہ ایسے عالم ہیں۔ جو برہمن گرنتھ (تفاسیر وید) وغیرہ کی ماہیت کو سمجھ یا سمجھا سکیں"

جس قوم کے ویدوں کے متعلق یہ علمیت ہو۔ وہ بیچاری ویدوں کا ترجمہ کس طرح کرے۔ اور کس سے کرائے۔ اس سے بڑھکر اور بھی سُن لو!

تیسرا گواہ رسالہ مارتنڈ

لاہور سے ایک رسالہ آریوں نے "مارتنڈ" نام سے نکالا تھا۔ اس کے ایڈیٹر نے اکتوبر ۱۸ء کے رسالہ میں آریوں کی ویدوں سے واقفیت کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ کہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

"حقیقت یہ ہے۔ کہ دنیا میں آریہ سماج ہی ایک ایسا گروہ ہے۔ جس کے درمیان قریب قریب نوّے فیصدی آریہ ویدوں سے ناواقف کرم کانڈ (مذہبی رسوم) سے ناواقف اور شاستروں سے ناواقف نظر آئیں گے۔ کتنے افسوس کی بات ہے۔ کہ باوجود ۷۴ برس (اب تو قریباً پچاس برس) کام کرنے کے ایک بھی آئیڈل شخصیت سماج نے پیدا نہیں کی۔"

بھلا جس قوم کا یہ حال ہو کہ وہ اپنی مذہبی آسمانی کتاب سے ایسی بے بہرہ ہو۔ وہ غریب اس کتاب کا کیونکر اور کس قابلیت پر ترجمہ کرے۔ اور بھی سنئے!

چوتھا گواہ سوامی درشنانند

یہ کٹر آریہ بانی آریہ سماج کا قوت بازو اور آریہ قوم کا سیکنڈ سوامی اپنے ایک ٹریکٹ "آریہ سماج دھووالی" میں لکھتا ہے۔ کہ

"آریہ بیچارے ویدک دھرم کو تمام دنیا میں پھیلانے سے مایوس ہو چکے ہیں۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ پچیس سال میں (بلکہ آج ۴۰ سال میں بھی) ایک بھی ویدکے جاننے والا پیدا نہیں کر سکے۔ تو ہم سارے جہان میں کس طرح ویدوں کا پرچار کر سکینگے۔"

جس قوم میں آج تک بھی کوئی ایسا شخص پیدا نہیں ہو سکا۔ جو ویدوں کو جانتا سمجھتا ہو۔ وہ قوم کس سے ویدوں کا ترجمہ کرائے۔ ان کو تو آج تک باوجود گوروکل قائم کرنے کے ایک بھی ویدوں کا پڑھانیوالا نہیں ملتا۔ جیسا کہ پرکاش میں لکھا ہے۔ کہ

پانچواں گواہ رام دیو

گوروکل کانگڑی کا یہ گورنر بھی تھم ہے۔ اس نے ۱۰ فروری ۲۶ء کو ایک لیکچر دیا۔ جو اخبار "پرکاش" مورخہ ۲۱ رجنوری ۲۶ء میں شائع ہوا۔ اس میں یہ لکھا ہے۔ کہ

"جو لوگ کہتے ہیں۔ کہ گوروکل میں وید نہیں پڑھاتے ہیں۔ میں اس بات کو اس روپ میں مان لیتا ہوں۔ کہ ہم چاروں وید پورے نہیں پڑھا سکے کیونکہ وید پڑھانے والے نہیں ملتے ہیں۔ میں پانچسو روپیہ ماہوار دینے کے لئے تیار ہوں اگر کوئی چاروں ویدوں کا وِدوان (عالم) پڑھانے والا مل جاوے۔"

اس سے بڑھ کر بے بضاعتی کیا ہو گی۔ کہ دیانند کے بعد آج پچاس سال کے قریب گذر جانے پر بھی آریہ قوم میں ویدوں کا عالم پیدا نہیں ہوا۔ تو پھر کس برتے پر آریہ سماج ویدوں کا ترجمہ کرادے کہاں سے ترجمہ کرنے والا پیدا کرے۔ آریہ سماج میں تو کثرت سے وہ لوگ بھرتی ہیں۔ جنہوں نے عمر بھر میں وید کی شکل بھی نہیں دیکھی۔ سنو چھٹا گواہ کیا کہتا ہے؟

چھٹا گواہ سدرشن آریہ

یہ شخص کلچرڈ پارٹی آریہ سماج کے آرگن "آریہ گزٹ" کا ایڈیٹر ہے۔ یہ "آریہ گزٹ" مورخہ ۱۵ رجون ۲۲ء میں لکھتا ہے۔ کہ

"آریہ سماجی کتنے ہیں۔ جنہوں نے کبھی یہ کوشش کی ہے۔ کہ ہم بھی وید پڑھیں کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ لیکن کہنا پڑتا ہے۔ کہ کئی آریہ سماجی ایسے ہیں۔ جنہوں نے آج تک وید کی شکل بھی نہیں دیکھی۔ وہ مذہب ہی کیا ہے۔ جس کے پیرو اپنی مذہبی کتب کا پاٹھ ہی نہیں کرتے۔ ویدوں شاستروں کے پڑھنے کے باب میں اگر آریہ سماج کا مقابلہ دوسرے مذاہب اسلام اور سکھ ازم کے ساتھ کیا جائے۔ تو آریہ سماج کی ناک کٹ جائے۔ اور وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔"

اس سے بڑھ کر آریہ سماج کی طرف سے معزز "الفضل" کو کس قسم کا جواب مطلوب ہے۔ کہ جس کے بعد وہ آریہ سماج کو ویدوں کے ترجمہ نہ ہونے پر اظہار افسوس کرنا چھوڑ دیں۔ آریہ غریب تو ویدوں کے متعلق اس مشہور مثل کے مصداق ہیں۔ کہ "دیکھا نہ بھالا اور صدقے گئی خالہ" آریوں کو جبکہ خود ویدوں پر یقین نہیں۔ تو وہ اس کو پڑھیں تو کیوں؟ اور اس کا ترجمہ کرائیں تو کس لئے۔ آریہ تو پکار پکار کر کہہ رہے ہیں۔ کہ ویدوں کی صداقت پر ان کو خود شک ہو گیا ہے۔ جیسا کہ ذیل کی شہادت سے ظاہر ہوتا ہے۔

ساتواں گواہ اخبار پرکاش

دیوی چند۔ ایم اے آریہ پرنسپل دیانند ہائی سکول ہوشیارپور اخبار "پرکاش" مورخہ ۷ رنومبر ۲۰ء میں لکھتا ہے۔ کہ

"آریہ سماج وید کی طرف سے غافل رہی ہے۔ جہاں رشی (دیانند) وید کے بھاشیہ (تفسیر و ترجمہ) کو چھوڑ گیا تھا (آج چالیس سال تک) وہاں کا وہاں ہی ہم نے پڑا رہنے دیا۔ سماجیوں کی طرف سے کوئی ایمانداری اور نیک نیتی سے یہ کوشش نہیں ہوئی۔ کہ رشی کے بھاشیہ (تفسیر و ترجمہ) کو مکمل کرایا جاوے (کرایا کس سے جاوے۔ جبکہ ویدوں کو جانتا ہی کوئی نہ ہو) اس بھاشیہ کا انگریزی اور دیگر زبانوں میں ترجمہ کرایا جاوے (کس سے کرایا جاوے یہ بھی تو بتایا ہوتا) جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ آریہ سماج کے برگزیدہ دلوں میں بھی وید کی صداقت پر شک ہو گیا ہے۔"

چلو چھٹی ہوئی۔ وید کا ترجمہ کرنے کی بجائے تو "نیپولین بونا پارٹ کی سوانحعمری" کا ترجمہ کرنا اچھا تھا۔ اس لئے گوروکل کے کرتا دھرتا لالہ منشی رام جگیاسو معروف بہ شردھانند کے بیٹے نے گوروکل میں پڑھتے ہوئے ویدوں کے تو ایک باب کا ترجمہ بھی نہ کیا۔ مگر بونا پارٹ کی لائف کا ہندی ترجمہ کر کے بڑے زور شور سے چھاپ دیا۔ اور ویدوں کو چھوڑ دیا۔

آٹھواں گواہ منشی رام کا بیٹا

ویدوں کے سمجھے جانے اور ان کا ترجمہ و تفسیر نہ ہونے کے متعلق لالہ منشی رام عرف شردھانند کے بیٹے اندر چندر نے جو گوروکل سے سنسکرت کا فارغ التحصیل عالم ہو کر نکلا تھا۔ اپنے پتا منشی رام جی کے اخبار "ستیہ دھرم پرچارک" مورخہ ۱۱ مارچ ۱۹۶۸ء میں یہ اعلان کیا۔ کہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

"ویدوں کا مول سے (یعنی تمن کا) سمجھنا ابھی تک اتنا ہی مشکل ہے۔ جتنا رشی (دیانند) کے وقت میں تھا ..... ویدوں کے سمجھنے کے لئے ابھی تک ہمارے پاس سارے سامان موجود نہیں ہوئے۔ جن سے وید ویسے ہی سمجھے جاسکیں۔ جیسے اپنشدیں سمجھی جاسکتی ہیں"

اس سے بڑھ کر اور کس شہادت کی ضرورت ہے۔ جس سے ویدوں کے ترجمہ نہ ہوسکنے۔ اور آریہ سماج میں ایسے عالموں کے عدم وجود کا پتہ لگ سکے۔ جو ویدوں کو جاننے والے ہوں۔ آگے نویں گواہ کا بیان بھی سن لیجئے۔ جو آٹھویں گواہ کا باپ اور آریہ سماج کا سرتاج تھا۔ جس کا نام شردھانند ہے۔

نواں گواہ شردھانند

لالہ منشی رام معروف بہ شردھانند مقتول آریہ سماج کا مشہور لیڈر "ست دھرم پرچارک" مورخہ ۹ مارچ ۱۹۱۰ء میں کالج پارٹی کے آریوں کی حالت کا اس طرح خاکہ کھینچتا ہے۔ کہ

"ہم بڑے بڑے تعلیم پر فخر کرنے والے آریوں سے واقف ہیں۔ جو یہ کہتے ہوئے نہیں شرماتے کہ ویدوں پر بیوقوف یقین کرتے ہیں۔ ایشور کیلئے پڑھے لوگوں کے لئے کوئی چیز نہیں۔ خدا کا ماننا عوام کے لئے اچھا ہے؟"

مکرم ایڈیٹر صاحب "الفضل" ان شہادتوں کو ملاحظہ فرما کر خیال کریں۔ کہ ایسی قوم سے یہ امید رکھنا یا ان پر اس وجہ سے اظہار افسوس کرنا۔ کہ وہ اپنی مذہبی کتاب وید کا عام فہم مروجہ زبانوں میں کیوں ترجمہ نہیں کرتے۔ ریت سے تیل نکالنے کا مصداق ہے۔ بھلا جس قوم کے چھوٹے بڑے اعلیٰ ادنیٰ معلم و متعلم اس حیثیت کے ہوں کہ بجائے ویدوں کی اشاعت کرنے کے الٹے ویدوں سے ہی برگشتہ ہو جائیں۔ جیسا کہ دسواں گواہ بیان کرتا ہے وہ کس وید کا ترجمہ کریں۔ دسواں گواہ جو کہتا ہے وہ سنو!

دسواں گواہ مہتہ راجہ کرشن

یہ گواہ "ستیارتھ پرکاش" کا مترجم اور "سوامی دیانند اور ان کی تعلیم" نامی کتاب کا مصنف اور دیانند کالج لاہور کا بڑا کارکن ہے۔ یہ "آریہ گزٹ" مورخہ ۶ نومبر ۱۹۰۲ء میں دیانند کالج میں سنسکرت کی تعلیم اور اس کا طلباء پر جو اثر ہوتا ہے۔ اس کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے۔ کہ

"اگرچہ آریہ سماج اپنی ساری طاقت سے یہ ڈنکا بجا رہا ہے۔ کہ سائن اور مہیدھر کی تفسیریں ٹھیک نہیں ہیں۔ تو بھی دیانند کالج کو مجبوری سے ان تفسیروں کے سبق (سبق) اور ٹھیک ہونے کی تعلیم دینی پڑتی ہے (اس لئے کہ آریہ سماج میں کوئی ویدوں کے سمجھنے والا نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے ہندوؤں کی بنائی ہوئی پہلی تفسیروں کو ہی پڑھانا پڑتا ہے۔ فاروق) اور یہ تعلیم ایسی ہے۔ کہ جس سے طالب علم ویدک دھرم کے پیروکار ہونے کی بجائے وہ ویدوں کے خلاف ہو جاتے ہیں۔ یا ویدوں کو یورپ کے علماء کے مانند ایک دل لگی کہتے ہیں"

ان مندرجہ بالا دس شہادتوں سے جو کسی مسلمان یا عیسائی یا سکھ یا جینی یا ہندو یا دیو سماجی یا برہم سماجی کی نہیں۔ بلکہ خالص مخلص بڑے بڑے لیڈنگ ممبران آریہ سماج کی ہیں۔ یہ امر بخوبی ثابت ہو گیا۔ کہ آریہ سماج میں نہ ویدوں کے پڑھنے والے ہیں۔ نہ ان کو سمجھنے والے بلکہ کثرت سے ایسے ہیں۔ جنہوں نے ویدوں کی آج تک شکل بھی نہیں دیکھی اور ایسے ہی ہیں۔ جن کو ویدوں پر مطلق وشواش (یقین) ہی نہیں۔ اور ایسے بھی ہیں جو ویدوں کو ایک دل لگی سمجھتے ہیں۔ اور ایسے بھی ہیں۔ جن کو ویدوں کی صداقت میں بھی شک ہے۔ پھر یہ کہ آریوں نے آج تک عرصہ چالیس سال میں ایک بھی وید کے جاننے والا پیدا نہیں کیا۔ ویدوں کے پڑھانے والا تو آجتک دنیا سے بالکل ناپید ہی ہے۔ بتاؤ کہ ان حالات کی موجودگی میں آریہ دوست ویدوں کا ترجمہ کس طرح اور کس سے اور کیوں کر لیں ان کو تو اس قدر کہتے رہنا کافی ہے۔ کہ ویدوں میں دنیا بھر کے علوم بھرے پڑے ہیں۔ ان میں ایسے ایسے رتن درج ہیں کہ چپ ہی بھلی۔ چنانچہ سوامی دیانند جی کے وید بھاشیہ سے ہم وید کا ایک منتر بھی بطور نمونہ نقل کر دیتے ہیں۔ جس سے ویدوں کے حقائق اور معارف اور سچے موتی اور جواہرات دور سے ہی چمکتے نظر آتے ہیں۔ اس سے پہلے بھی گذشتہ پرچہ فاروق میں ہم ایک منتر نمونہ کا پیش کر چکے ہیں۔ آج دوسرا منتر لکھتے ہیں۔ تاکہ ناظرین کو اس مخزن علم کا پتہ لگ جائے۔

ویدوں کے خزانہ میں سے ایک اور جواہر کا نمونہ

"ہے پرمیشور۔ رینگ کر چلنے والے سانپ آدمی کو۔ بانس سے ناچنے والے نٹ آدمی کو۔ بندر کیسی چھوٹی آنکھوں والے۔ پیلی آنکھوں والے پیدا کیجئے۔ بھنگی کو۔ گنجے کو۔ کیڑوں کو۔ کالے رنگ والے پیلی آنکھوں سے یکت پرش کو دور کیجئے" یجروید ۳۰/۱۷

ماشاء اللہ اس منتر کو سن کر اگر فصاحت سر پیٹ رہی ہے۔ تو بلاغت گریبان چاک کر رہی ہے۔ حقائق سر در گریبان ہیں تو معارف حیران و پریشان۔ اب بتلاؤ۔ کہ ان بے بہا صداقتوں کو مروجہ زبانوں میں ترجمہ کر کے آریہ سماج نے اپنا گھر تباہ کر لینا ہے۔ اگر خدانخواستہ کہیں جرمن والوں کو اس سائنس کا اور امریکہ والوں کو اس فلاسفی کا اور انگلستان والوں کو اس حیاتیات کا پتہ لگ جائے۔ تو وہ اس دُرِ عدن اور لعل بے بہا کو آریوں سے چھین کر نہ لیجائینگے۔ پھر بیچارے آریہ کیا کرینگے۔ اس لئے آریہ سماج ویدوں کا ترجمہ نہیں کرتی اور اس گوہر نایاب کو چیتھڑوں میں ہی چھپائے رکھتی ہے پس معزز ایڈیٹر الفضل آریوں کو اس کے افشاء پر تنگ نہ کریں۔ اور "ستیارتھ پرکاش" پر ہی اس کو گذارہ کرتے دیں۔ چند عرصہ کی بات ہے۔ پھر آریہ سماج کا نام بھی کانوں سے سنائی نہ دیگا۔ صدی میں سے بہت حصہ گذر چکا ہے۔ باقی تھوڑا سا رہا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پیغامی مشن

تبدیلی عقیدہ مولوی محمد علی صاحب کا ایک اور زبردست اور اچھوتا ثبوت

(۱)

اس موضوع پر ہماری طرف سے کافی سے زیادہ لکھا جا چکا ہے۔ اور ناظرین پر فریق ثانی کی کچھ لاجواب خاموشی اور کچھ عاجزانہ جوابوں سے واضح ہو چکا ہے۔ کہ "تبدیلی عقائد" والا سنگ گراں اٹھانا تو بجائے خود رہا۔ سر کانا بھی دوبھر ہو رہا ہے۔ اس لئے آج میں ایک اور صاف اور بین ثبوت مولوی محمد علی صاحب کی تبدیلی عقیدہ کا پیش کرتا ہوں۔ جس کے متعلق فریق ثانی کی طرف سے عاجزانہ جواب بھی نہیں ہو سکے گا۔ سنئے؟

"علیہ السلام" کا جملہ

مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ہوا خواہ جب تک قادیانی لائف بسر کرتے رہے۔ تب تک "علیہ السلام" کا جملہ جو عام طور پر انبیاء کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے نام کے ساتھ استعمال کرتے رہے۔ مگر جب لاہور جا کر تبدیلی عقیدہ کی ضرورت پیش آئی۔ تو نہ صرف "علیہ السلام" کا جملہ ہی چھوڑ کر "رحمۃ اللہ علیہ" کا کلمہ اختیار کیا۔ جو عام بزرگوں اور نیکوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ بلکہ آہستہ آہستہ "مسیح موعود" اور "مہدی معہود" کا لفظ بھی چھوڑتے جا رہے ہیں۔ اور صرف "مجدد رحمۃ اللہ علیہ" کا خطاب حضرت صاحبؑ کے لئے محدود کیا جا رہا ہے۔ ہمارے پیشکردہ دیگر حوالہ جات کے متعلق تو مولانا موصوف اور ان کے زید و بکر کہدیا کرتے ہیں۔ کہ ہماری یہ مراد تھی۔ اور اس کا یہ مطلب تھا۔ حالانکہ اس طرح کہنے سے بھی آپ کے دوسرے حوالہ جات آپ کی مراد پوری ہونے نہیں دیتے۔ مگر "علیہ السلام" اور "رحمۃ اللہ علیہ" کے متعلق کیا کوئی بڑا چھوٹا دکھا سکتا ہے۔ کہ مولوی محمد علی صاحب نے حضرت مرزا صاحبؑ کے نام کے ساتھ کسی موقعہ پر "رحمۃ اللہ علیہ" استعمال کیا تھا۔ آخر حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے قریباً پانچ سال بعد تک آپ قادیان میں رونق افروز رہے۔ کبھی ایک مرتبہ بھی بجائے "علیہ السلام" کے "رحمۃ اللہ علیہ" استعمال کیا۔ پس جبکہ یہ امر واقعہ ہے۔ تو کیا یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ تبدیلی مقام کے ساتھ ہی تبدیلی عقائد واقع ہوئی ہے۔ اور اگر آپ ہمیں متعصب معترض سمجھیں تو بیشک آپ اپنے کلمہ گو بھائی "مولوی ثناء اللہ امرتسری" سے ہی فیصلہ کرالیں۔

مولانا آخر خدا کو جان دینی ہے۔ بہائی داد کا جھگڑا نہیں۔ کہ کسی کی ذات تک محدود رہے۔ یہ دین ایمان کا معاملہ ہے۔ پس آپ کی اس طرح حق پوشی اور اخفائے جرم کا اثر نہ صرف آپ تک محدود ہے۔ بلکہ اس کا اثر وسیع ہے۔ اس لئے ان سب کی گمراہی اور کجروی کے آپ ذمہ دار ہیں۔ جو کسی نہ کسی رنگ میں آپ سے وابستہ ہیں۔ موت کا کوئی اعتبار نہیں۔ پس قبل اس کے کہ وقت واپسین آوے۔ اپنی غلطی کا صاف لفظوں میں اقرار کریں۔ میں یہ نہیں کہتا۔ کہ آپ ہمارے ہم عقیدہ ہو جائیں۔ بلکہ میں صرف یہ کہتا ہوں۔ کہ آپ اقرار کر لیں۔ کہ پہلی سب تحریریں متعلق نبوت مسیح موعودؑ جو قادیانی لائف میں لکھی گئی ہیں۔ میری غلطی اور نافہمی تھی۔ اب مجھے سمجھ آگئی ہے۔ بس قصہ ختم۔

(آپ کا فخر الدین ملتانی)

مولوی محمد علی صاحب کی چالیس کروڑ مسلمانوں کے متعلق رائے

(۲)

یوں تو مولوی محمد علی صاحب اور آپ کے ہم عقیدہ مجالس و منبروں پر اس بات کا اعلان کرتے ہیں۔ کہ غیر احمدی سب کے سب مسلمان ہیں۔ ان کے ساتھ مناکحت جائز ہے۔ اور ان کا جنازہ اور ان کی اقتداء میں نماز پڑھنی جائز ہے۔ جس کی غرض سوائے مسلمانوں کے جیبوں پر ہاتھ ڈالنے کے اور کوئی ظاہر نظر نہیں آتی۔ مگر آپ نے اپنی تفسیر میں جو مسلمانوں کے متعلق رائے لکھی ہے۔ وہ نہایت خطرناک ہے۔ آپ اپنی تفسیر میں زیر آیت واذا دعوا الی اللہ و الی الرسول لیحکم بینھم اذا فریق منھم معرضون لکھتے ہیں "یہ منافقوں کا ذکر ہے۔ لیکن غور کیا جائے۔ تو آج کل مسلمانوں کا یہی نقشہ ہے۔ اللہ اور رسول پر ایمان کا دعویٰ مگر قرآن کے احکام کی پرواہ نہ کرنا۔ اپنی خواہش کے مطابق بات ہو۔ تو قرآن و حدیث کی حکومت کے آگے سر نیچا کرنا۔ اور یہ ظاہر کرنا کہ ہم تو اسی کو مانتے ہیں۔ عملاً یہ آج کل مسلمانوں کی حالت ہے" پس پیغامی مفسر مسلمانوں کو منافق بتلاتے ہیں۔ حالانکہ منافقوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لا تصل علیٰ احد منھم مات ابداً ولا تقم علیٰ قبرہ۔ کہ جو لوگ منافق ہیں۔ ان کی نماز جنازہ مت پڑھ اور نہ اس کی قبر پر کھڑا ہو۔ اس حکم قرآنی کی موجودگی میں ایک طرف مولوی محمد علی صاحب کا غیر احمدی مسلمانوں کو پکے مسلمان ظاہر کرنا اور ان کا جنازہ پڑھنا۔ اور دوسری طرف انہیں منافق لکھنا اس بات کو ظاہر کر رہا ہے۔ کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور ہیں۔ ورنہ دلی عقیدہ کو مولوی صاحب نے بالوضاحت قرآن شریف کی تفسیر میں لکھدیا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

(خاکسار عبد الاحد (مبلوی فاضل)

ماہ مبارک

(۳)

اعلان فرمایا ہے۔ اس لئے آپ براہ کرم فاروق کے ہر ایک قریدار کو ضرور عطا فرمائیں۔ تاکہ اس کا ثواب آپ کو ملے۔

(منیجر فاروق)

رمضان شریف میں ہر ایک نیکی کا اجر خدا تعالیٰ نے زیادہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عقیدہ میں تبدیلی کرنا بُری بات نہیں

(رقمزدہ انوہم فخرالدین صاحب ملتانی)

الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ حضرت مولوی صاحب کی تبدیلی عقائد کی ایک کڑی منزل تو ان کے خسر ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے ذریعہ طے ہوئی۔ مخدومی ڈاکٹر صاحب رقم فرماتے ہیں۔

"کچھ عرصہ سے میں اخبار پیغام صلح میں بڑے لمبے لمبے مضمون پڑھ رہا ہوں۔ جن میں یہ ثابت کیا جا رہا تھا۔ کہ حضرت امیر مولانا مولوی محمد علی صاحب نے اپنے عقیدہ میں کوئی تبدیلی نہیں کی..... مگر یہ بات میری اب تک سمجھ میں نہیں آئی۔ کہ الفضل میں یہ مضامین نکلے کیوں۔ اور آپ کو ان کے جواب دینے کی ضرورت پڑی کیوں؟ اگر تھوڑی دیر کے لئے ہم فرض کر لیں کہ حضرت مولانا محمد علی صاحب نے اپنا پہلا عقیدہ تبدیل کر لیا۔ تو پھر کیا ہوا کیا یہ بُری بات ہے؟" پیغام ۲۸ فروری ۲۹ء

مخدومی ڈاکٹر صاحب موصوف کے اس تجاہل عارفانہ پر لاکھ جہالتیں قربان ہوں۔ کہ تبدیلی عقائد کے اہم مسئلہ پر ۱۵ سے ۱۹۲۹ء تک گویا ۱۴ سال سے تالہ پڑے دے ہو رہی ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ جیسے جری سپاہی (جو لکھنے بولنے میں ید طولیٰ رکھتے ہیں) نے ہر چند خامہ فرسائی کر کے اس پتھر کو سرکانے کی ان تھک کوشش کی۔ پھر ایک کے اوپر دوسرا دوسرے کے اوپر تیسرا ایڈیٹر پیغام صلح اپنی اپنی باری پر اس مسئلہ کے متعلق کافی حق نمک ادا کرتا رہا۔ پھر فلسفہ خواران لاہور وقتاً فوقتاً تقریروں تحریروں میں اس بوجھل پتھر کو امیر ایدہ اللہ کی چھاتی پر سے ہٹلنے کی ساعی جمیلہ کر کے دربار امارت سے داد لیتے رہے اتنے بڑے اور معرکۃ الآرا مسئلہ کے متعلق ایک لمبے عرصہ [illegible] کو سادہ لوح ڈاکٹر صاحب ممدوح کا "کچھ عرصہ سے" تعبیر فرمانا بینظیر تجاہل عارفانہ ہے۔ پھر طرفہ یہ کہ آنجناب کو اب تک سمجھ میں نہیں آئی" کہ الفضل میں یہ مضامین نکلے کیوں اور پیغام کو ان کے جواب دینے کی ضرورت کیوں پڑی" مہربان میں بتاتا ہوں۔ کہ الفضل میں اس لئے نکل رہے ہیں۔ کہ آپ کی پارٹی اور امیر پارٹی سے اسکا جواب نہیں بن آیا۔ اس لئے ہمارا بار بار مطالبہ کرنا فرض ہے۔ تا وقتیکہ "ہاں یا نہ" میں آپ لوگوں کی طرف سے جواب نہ ہو۔ باقی رہا پیغام صلح کو جواب دینے کی ضرورت کیوں پڑی۔ اس کے جوابدہ اہل پیغام ہیں میرے خیال میں تنخواہ دار ایڈیٹر ہونیکی حیثیت سے وہ ایسا کرنے پر مجبور تھے۔ اگرچہ آپ نے پیغام کے مضامین کو "مدلل اور نہایت معقول" بتلایا ہے۔ مگر وہ آپ کا دل ہی جانتا ہے۔ کہ کس قدر مدلل ہیں۔ کیونکہ آپ اگر ان کو واقعی مدلل یقین رکھتے اور ان کو بودا نہ سمجھتے۔ تو پھر آپ کو آگے چلکر یہ فضیحت کی نئی اور اچھوتی بلڈنگ کھڑی نہ کرنی پڑتی۔ کہ اگر مولوی محمد علی صاحب نے تبدیلی عقیدہ کر لی۔ تو کیا بُری بات ہے" اس سے صاف پتہ چلتا ہے۔ کہ آپ کے نفس لوامہ نے اس کمزوری کو محسوس کر کے بالآخر نیا پینترا بدلنے پر مجبور کیا ہے۔ اور خدا کی شان کہ یہ نیا پہلو پھر ہماری فیور Favour میں ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ "بارش سے بھاگے پرنالے کے نیچے کھڑے ہو گئے" کے مطابق ڈاکٹر صاحب موصوف نے ایک طویل سلسلہ مضمون کا شروع کیا ہے۔ جس میں بجز اس کے کہ تبدیلی عقیدہ کے حسنات اور خوبیاں ثابت کی جائیں۔ کوئی برائی ثابت نہیں کی۔ اور ایک ہی بات نہایت بے طرح بار بار بار بار رٹتے چلے گئے ہیں۔ اور اپنا تمام بخار آجا کے مسیح موعود علیہ السلام کو اول الکافرین۔ مسیلمہ۔ دجال کاذب وغیرہ ثابت کرنے میں نکالا ہے۔ جو عین "تیرے سر پہ کوہو" کا مصداق ہے۔ جس میں ان کی غرض اپنے داماد کی طرح وہی ہے۔ کہ اصل امر متنازعہ فیہ سے کسی طرح ہم ہٹ کر دوسری بحث میں پڑ جائیں۔ مگر ڈاکٹر صاحب کو یاد رہے۔ کہ ہم کچی گولیاں نہیں کھیلے ہوئے ہم مسیح موعود علیہ السلام جیسے زبردست استاد کے دبستان کے طالب علم ہیں اس لئے بجائے اس کے کہ ہم حضرت مسیح موعود کے عقیدہ کی تبدیلی پر بحث میں پڑیں۔ ہم بلا خوف لومۃ لائم تسلیم کرتے ہیں۔ کہ مکرم ڈاکٹر صاحب! عقیدہ میں تبدیلی کرنا کوئی بری بات نہیں" ہم نے جہاں تک سمجھے یاد پڑتا ہے کہیں بھی "تبدیلی عقیدہ" کو بُرا نہیں لکھا۔ اگر کہیں لکھا گیا ہے۔ تو ہم اپنی غلطی تسلیم کرتے اور اس کو سہو قلم قرار دیتے ہیں۔ اور یہ اعتراف سہو ہمارے لئے فخر ہے۔ مگر مجھے جہاں تک یاد ہے۔ پیغام اور الفضل میں اس مبحث پر کبھی کچھ نہیں لکھا گیا۔ کہ "تبدیلی عقیدہ کوئی بُری بات ہے" بھلا قادیانی تبدیلی عقیدہ کو بُرا کہہ سکتے ہیں؟ جب کہ ایک طرف وہ حضرت مسیح موعود کی اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں لکھا ہوا پڑھتے ہیں۔

"اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا۔ کہ مجھکو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے۔ اور خدا کے برگزیدہ مقربین میں سے ہے۔ اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا۔ تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا مگر بعد میں جو خدا تعالےٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی۔ اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی"

پس حضرت مسیح موعود کی ایسی صریح الفاظ میں تبدیلی عقیدہ پڑھ کر کون دانا اور شریف احمدی ہوگا۔ جو تبدیلی عقائد کو بُرا کہے۔ پھر تمام احمدی دوست غیر احمدی تھے کوئی سُنی۔ کوئی شیعہ۔ کوئی ہندو۔ کوئی سکھ۔ انہوں نے تبدیلی عقیدہ کر کے مسیح موعود کا دامن پکڑا۔ اب یہ کس منہ سے "تبدیلی عقیدہ" کو بُرا کہہ سکتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کو خطرناک دھوکا لگا ہے۔ بلکہ میں تو کہوں گا۔ کسی نادان دوست نے ڈاکٹر صاحب کو بہکا دیا ہے۔ کہ گویا قادیانی لوگ تبدیلی عقیدہ کو بُری بات سمجھتے ہیں۔ ورنہ ڈاکٹر صاحب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کو تو میں نے جن دنوں آپ قادیان تشریف لایا کرتے تھے۔ خوب دیکھا ہوا ہے۔ کہ نہایت زیرک اور سمجھدار اور متقی انسان تھے۔ ہاں اگر اس چودہ پندرہ برس کی طویل مدت نے آپ کے حواس خمسہ پر کوئی قدرتی اثر کر لیا ہو۔ تو اس سے میں بکلی بیخبر ہوں۔ پس مخدومی ڈاکٹر صاحب! حاشا و کلا ہم "تبدیلی عقیدہ" کو ہرگز بُرا نہیں کہتے۔ بلکہ "اخفائے تبدیلی" کو یا "انکار تبدیلی" کو بُرا اور نفسی فعل تصور کرتے ہیں۔ اسلام نے ایسے فعل کو منافقت قرار دیا ہے۔

پس رونا تو اس امر کا ہے۔ کہ حضرت مولوی محمد علی صاحب ۱۳ء تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حضرت عیسےٰ و حضرت موسےٰ وغیرہم انبیاء کی طرح نبی مانتے رہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والے اُمتی نبیوں اور محدثوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو شمار کرنا اور سمجھنا صریح غلطی قرار دیتے رہے۔ مگر لاہوری چولہ بدلتے ہی عقائد کا چولہ بھی بدل لیا۔ پھر چاتر پنا یہ کہ اس تبدیلی کا انکار کر رہے ہیں۔ اور فرمایا جاتا ہے کہ پہلے بھی ہمارا یہی مذہب تھا۔ کہ ہم حضرت مسیح موعود کو نبی و رسول پیغمبر آخر الزمان برگزیدہ رسول لکھتے ہوئے غیر نبی و غیر رسول جانتے تھے۔ اور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو مسیح موعود علیہ السلام لکھتے ہوئے مجدد علیہ الرحمۃ" مانتے تھے۔ مکرم ڈاکٹر صاحب! آخر خدا کے حضور ایک دن سب نے حاضر ہونا ہے اخفائے جرم بھی برابر کا جرم ہے۔ پیشتر اس کے کہ وہ دن آوے۔ جس دن کوئی دنیاوی تعلق و رشتہ کام نہ آئے گا۔ نہ باپ بیٹی کے اور نہ بیٹی باپ کے۔ سو اس دن سے ڈر کر صفائی دل سے حق کا ساتھ دو۔ کیونکہ مجرم کا ساتھ دینے سے برابر کا مجرم کہلاتا ہے۔ اور جیسا کہ آپ نے "تبدیلی عقیدہ" کو احسن فعل قرار دیا ہے۔ ہم اس پر صاد کرتے ہیں۔ اب اپنے امیر ایدہ اللہ کے ہاتھوں سے بھی اس پر صاد کرا دیں۔ تاکہ یہ روز روز کا جھگڑا منٹ جائے۔ وہ بلا خوف لومۃ لائم آپ کی طرح اقرار شائع کر دیں۔ کہ "چونکہ تبدیلی عقیدہ کوئی بُری بات نہیں۔ میں اور میرے ہم نوا چودہ پندرہ برس سے "تبدیلی عقیدہ کے انکار" کے عقیدہ پر اڑے ہوئے ہیں۔ اس لئے "تبدیلی عقیدہ" جیسے مستحسن فعل پر عمل کرتے ہوئے "انکار تبدیلی" کے عقیدہ کی بجائے "اقرار تبدیلی" کے عقیدہ کا اظہار کرتے ہیں۔ اور یہ کوئی بُری بات نہیں"

باقی رہا قادیانیوں کا آپ کے زعم فاسد میں حضرت مسیح موعود کو (نعوذ باللہ) اول الکاذبین مسیلمہ۔ دجال وغیرہ سمجھنا۔ یہ اپنے سمجھنے کی سزا آپ پالیں گے۔ مگر جہاں تک میں نے قادیانیوں کو ٹٹولا ہے۔ وہ اب بھی مرزا صاحبؑ کی اس نبوت سے منکر ہیں۔ جس کے دعویٰ کی رُو سے ایک انسان کافر۔ مسیلمہ کذاب ہو جاتا ہے۔ بلکہ وہ اسی قسم کی نبوت مرزا صاحب کی مانتے ہیں۔ جس قسم کی نبوت آپ صاحبان ماننے کے مدعی ہیں۔ صرف فرق اظہار میں ہے۔ آپ لوگ کسی مصلحت کے ماتحت صفائی سے اظہار نہیں کر سکتے۔ اور قادیانی لوگ اس حکیمانہ طریقوں سے نابلد ہیں وہ جھٹ جو دل میں ہوتا ہے۔ زبان سے اور قلم سے نکال دیتے ہیں۔ اس لئے وہ اپنے کئے کی سزا بھی بھگت رہے ہیں۔ کہ تمام جہان ایک طرف اور یہ ایک طرف۔ تمام وہ لوگ جو مرزا صاحب کو بُرا کہتے ہیں۔ ان کو بھی بُرا سمجھتے ہیں۔ اور چونکہ ہم قادیانی لوگ "تبدیلی عقیدہ" کو بُرا نہیں سمجھتے۔ اس لئے اس کو حضرت مرزا صاحب کی طرف بھی منسوب کر دیتے ہیں۔ کہ پہلے حضرت مرزا صاحب وفات مسیح کے عقیدہ پر تھے۔ پھر تبدیلی عقیدہ کر کے وفات مسیح کے قائل ہو گئے۔ مگر ساتھ ہی اپنے پہلے عقیدہ کا اقرار کیا۔ اسی طرح پہلے نزول مسیح بجسدہ العنصری کے قائل تھے۔ پھر یہ عقیدہ بدلکر یہ عقیدہ رکھا کہ اس زمین میں پیدا ہوگا۔ پہلے مہدی اور مسیح دو شخص مانتے تھے۔ پھر دونوں کو ایک ہی شخص قرار دیا۔ اسی طرح پہلے اپنی امتی نبوت کو محدثیت تک محدود رکھنے کا عقیدہ رکھتے تھے۔ پھر وحی الٰہی کے ماتحت اسی امتی نبوت کو محدثیت سے بڑھا کر نبوت کا منصب بھی دیدیا۔ پس یہ سب امور تبدیلی عقیدہ کے ہمارے لئے باعث فخر ہیں۔ اور اُن کے لئے "ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ جو اس تبدیلی کو بُرا سمجھ کر اظہار تبدیلی سے ترساں ہیں۔

البتہ میں ڈاکٹر صاحب سے اس امر میں متفق ہوں کہ حضرت صاحب کی طرف "تبدیلی دعویٰ" منسوب کرنا ضرور "ڈوب مرنے کا مقام" ہے۔ مگر آج تک مجھے بھی قادیانی حضرات کی تحریرات پر اکثر عبور رہا ہے۔ کہیں یہ لکھا دیکھا نہیں۔ کہ حضرت صاحب نے "دعویٰ میں تبدیلی" کی۔ اگر مکرم ڈاکٹر صاحب کو کوئی ایسا حوالہ یاد ہو۔ تو مہربانی کر کے ضرور مطلع فرمائیں۔ تاکہ میں اس پر غور کر سکوں۔ بہرحال کچھ ہی ہو۔ میں پھر اس اقرار کو دہراتا ہوں کہ "تبدیلی عقیدہ کوئی بُری بات نہیں" خواہ ایک شخص پہلے مسلمان تھا۔ اور پھر کافر ہو گیا۔ بلکہ بُری بات یہ ہے کہ بحالت مسلمانی وہ اندرونی طور پر کافر رہا ہو۔ اور پھر وہ علانیہ کافر ہو جائے۔ اور اس تبدیلی عقائد پر اس طرح پردہ ڈالے۔ کہ میں پہلے بھی کافر تھا۔ حالانکہ بظاہر اس کے سارے کام اور عمل مسلمان والے تھے۔ پس اس "اخفائے تبدیلی" کے مرتکب کے لئے ضرور "ڈوب مرنے کا مقام" ہے۔ کیونکہ ایسے آزادی کے زمانہ میں جب کہ لا اکراہ فی الدین کا زمانہ ہے۔ دل و زبان میں فرق رکھنا پرلے درجے کی بزدلی اور جبن ہے +

(باقی آئندہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کنایات

بمبئی کے ہندوؤں نے پچھلے دنوں ایک جلسہ منعقد کیا۔ شنکر اچاریہ جی جن کے زیر اہتمام مس میسی مرشدھ کی گئی تھیں۔ اس کے صدر تھے۔ اس میں طے پایا۔ کہ ویدک دھرم کی اشاعت کے لئے ہندوستان میں ایک مشن قائم کیا جائے۔ اور لندن۔ پیرس۔ نیویارک میں اس کی شاخیں کھولی جائیں۔

ہمیں حیرت ہے۔ کہ ان ممالک کی فہرست میں جنہیں ویدک دھرم کا پیغام سننے کی سعادت کا شرف ہندو دھرم کی طرف سے عطا ہونیوالا ہے۔ جرمنی کا نام دکھائی نہیں دیتا۔ حالانکہ حالات اور واقعات کے لحاظ سے جرمنی سب سے زیادہ اس نعمت سے حصہ پانے کا مستحق ہے۔

جن لوگوں کی خوبئ تقدیر سے سوامی دیانند صاحب بانئ آریہ سماج کی شبیہ مبارک دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ وہ بخوبی جانتے ہیں۔ کہ سوامی جی مہاراج کا ملبوسات کے لحاظ سے بہت حد تک ؎

تن کی عریانی سے بہتر نہیں دنیا میں لباس
یہ وہ جامہ ہے کہ جس کا نہیں سیدھا الٹا

کے مشہور شعر پر عمل تھا۔

لیکن چونکہ روحانیت سے کورے اور چاہ ضلالت میں ہزاروں لاکھوں سال تک ڈوبے رہنے کے باعث اہل دنیا سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ کہ وہ بیک جست تہذیب و تمدن کی جملہ منازل طے کر کے اس انتہائی چوٹی پر پہنچ جائیں۔ نیز اسلئے کہ دنیا دار لوگوں کی آنکھیں اس تہذیب پر در نظارہ کی تاب لانے کی اصلا صلاحیت نہ رکھتی تھیں۔ آپ ایک لنگوٹ باندھ رکھتے تھے ؎

یہ ایک ثابت شدہ امر ہے۔ کہ ایک بانئ مذہب جو طریق اختیار کرتا ہے۔ وہ اس کے نزدیک تمام دیگر طریقوں سے اعلیٰ اور پسندیدہ ہوتا ہے اور اس کا دنیا میں رواج پا جانا یقیناً اس کی صداقت و کامیابی کی ایک زبردست دلیل ہوتی ہے لہذا سوامی جی کا لباس کے طور پر تن کی عریانی کو ترجیح دینا ثابت کرتا ہے۔ کہ یہی چیز آپ کو مرغوب اور پسندیدہ خاطر تھی۔ اور دنیا میں برہنگی کی ترویج سوامی جی کی زبردست شخصیت کا عملی اعتراف ہے ؎

اخبارات میں یہ خبر عام طور پر اشاعت پذیر ہو چکی ہے۔ کہ جرمنی میں ایک انجمن برہنگی قائم ہے جس کے ارکان کی تعداد چار لاکھ تک پہنچ چکی ہے اور ہنوز یہ تحریک دن بدن کامیاب ہو رہی ہے۔ جرمنی میں اس تحریک کی مقبولیت یقیناً اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ وہاں از خود ہی آریہ سماج کی کامیابی کے سامان پیدا ہو رہے ہیں۔ اور وہاں کے لوگ بغیر کسی مشن کے اپنا نصب العین اور مقصد وہی قرار دے رہے ہیں۔ جو سوامی جی کے پیش نظر تھا۔ ان حالات میں ذرا سی کوشش درکار ہے۔ باعتبار لباس تو وہ لوگ پکے اور نہایت مخلص آریہ سماجی ہیں۔ بلکہ اس لحاظ سے تو وہ خود سوامی جی سے بھی دو قدم آگے بڑھ گئے ہیں۔ یعنی اس معراج پر پہنچ چکے ہیں۔ جس پر پہنچنے میں ملک کی جہالت اور نافہمی سوامی جی کے سد راہ تھی۔ چند ایک عقائد پر ایمان باقی ہے۔ سو کوئی وجہ نہیں۔ کہ نیوگ جیسے دلپسند اور مسرت افروز عقائد ان لوگوں کے پیش کئے جائیں۔ اور وہ انہیں تسلیم نہ کریں ؎

ہمیں امید رکھنی چاہیئے۔ کہ بیرونی ممالک میں مشن بھیجتے وقت آریہ سماج جرمنی کے حقوق کا ضرور خیال کریگی ؎

آنکھوں کے مریضوں کو خوشخبری

ہزارہا مریضوں کے ہاتھوں سے نکلنے کے بعد سوتیا۔ پڑ بال۔ پھولا۔ ناخونہ کلکوں کے کثیر التعداد مریضوں کے اوپریشن کرنے کے بعد میں اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ اسی فیصدی آنکھ کی بیماریاں کلکوں سے پیدا ہوتی ہیں۔ اگر آپ کی آنکھوں سے پانی بہتا ہے آنکھیں سرخ۔ خارش۔ جلن۔ آنکھوں کا گھبراہٹ شکایات ہیں۔ یہ سب کلکوں کی موجودگی کی علامات ہیں۔ کلکوں جیسے موذی مرض کے اسباب۔ علامات۔ یورپ۔ امریکہ جاپان اور ہندوستان اور دیگر ممالک میں جو جو اس مرض نے تباہیاں کیں۔ ان کو ہم نے "رسالہ روہے کلکرنے" میں خوب واضح کیا ہے۔ اگر آپ صحت چاہتے ہیں تو گرینول بکس طلب کر کے استعمال میں لائیں۔ جو بچے سے لیکر بوڑھے تک مفید ہے۔ چند دن میں آنکھوں کی حالت بدل دیتا ہے

قیمت بکس کلاں ۸ آنہ ۲ روپیہ۔ بکس خورد ۸ آنے ۱ روپیہ

ڈاکٹر عبدالرحمن (احمدی) فزیشن سرجن اینڈ اوپٹیشن

(آئینہ صداقت)

بیکاروں کی ضرورت

اگر آپ بیکار ہیں اور روزی کمانے کیلئے ملازمت کے پیچھے مارے مارے پھرتے ہیں۔ تو آیئے ہم آپکو ملازمت سے نجات حاصل کرنیکا ایک نسخہ بتلاتے ہیں۔ آپ ایک روپیہ خرچ کر کے نوسیر پختہ کپڑے دھونے کا صابن جو عمدہ کم خرچ اور جھاگ دینے والا ہوگا بنانا گھر بیٹھے ہی سیکھ لیں۔ یہ صابن ایک گھنٹہ میں تیار ہو جاتا ہے۔ آپ دو روپے نفع کما سکتے ہیں

ملازمت پیشہ لوگ بھی ایسا مفید صابن صرف ایک گھنٹہ میں گھر میں تیار کر لیا کریں۔ اور بازار کے گراں اور غیر مفید صابن سے ہمیشہ کے لئے نجات حاصل کریں۔ اشتہار کی اجرت وصول کرنے کے لئے ہم نے فیس نہایت معمولی صرف دو روپے مقرر کر دی ہے۔ نسخہ بذریعہ وی پی ارسال ہوگا۔ یہ رعایت صرف ایک مہینہ کے لئے ہے۔ فائدہ اٹھائیں اور اس نسخہ کو منگائیں ؎ اور گھر بیٹھے دو روپیہ نفع کمائیں ؎

مہتمم احمدیہ دواگھر قادیان (پنجاب)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انقلاب افغانستان اور مسلمانان ہندوستان

نمبر (۲)

(بقیہ)

میں نے پہلے نمبر میں افغانستان کے متعلق خبروں کی تنقید کر کے بتایا تھا۔ کہ اس قسم کی خبریں ایک خاص سازش کے ماتحت تصنیف ہوتی ہیں۔ یہ مضمون میں نے ۱۱/۲۹ کو لکھا تھا۔ اس وقت تک یہ رائے ظاہر نہیں کی گئی تھی۔ مگر اس کے ایک ہی ہفتہ کے اندر

یہ حقیقت بے نقاب ہو گئی

اور جو کچھ میں نے لکھا تھا۔ واقعات کی روشنی میں ثابت ہو گیا۔ خود اخبارات میں یہ تحریک شروع ہو گئی۔ کہ

صحیح خبروں کیلئے انتظام ہونا چاہیئے

میں نے ان خبروں کی تصنیف میں بالشویکی جراثیم کو دیکھا ہے۔ اور اب تک میرا یہی خیال ہے۔ کہ اس کی خبریں محض امان اللہ خاں کے لئے ایک ہمدردی کی رو پیدا کرنے کے لئے تراشی گئی ہیں۔ مگر واقعات نے بتا دیا ہے۔ کہ

اس جھوٹ نے امان اللہ کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچایا۔

علی احمد جان ذلت آمیز شکست کھا کر روپوش ہو گیا اور کابل کا بھگوڑا

امان اللہ خاں قندھار سے ہرات چلا گیا۔

اور ہرات سے یورپ جانے کی تجویزیں سوچ رہا ہے۔

تاکہ حجاز کے معزول شریف ترکی کے معزول خلیفہ اور ایران کے معزول کجکلاہ اور جرمن کے معزول قیصر کی قسمتوں کے ساتھ اپنے آپ کو شریک کرے۔ ان خبروں کی صداقت میں لاکھ بار شبہ پیدا کرو۔ مگر

یہ بے حقیقت نہیں

عنقریب اس کی حقیقت کھل جائیگی۔ تھوڑی دیر کے لئے فرض کر لو۔ کہ یہ خبر غلط ہے۔ اور امان اللہ خاں کا یورپ بھاگ جانے کا کوئی ارادہ نہیں۔ پھر اس

صورت میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اس کے لئے کامیابی کی امید بہت کم ہے۔ افغانستان کے مستقبل پر کسی قسم کی رائے قائم کرنے سے پہلے چند امور پر غور کرنا ضروری ہے۔

اوّل۔ افغانوں کی فطرت و ذہنیت ہے۔ افغانستان کے باشندوں کی ذہنیت کا مجھے بہت قریب سے مطالعہ کرنے کا ذاتی موقعہ ملا ہے۔ میں ان میں رہا ہوں۔ اور ان کی سیاسی ہوشیاریوں اور تدبیروں کو دیکھتا رہا ہوں۔ میں نے دیکھا کہ

افغان کے مدنظر ہر وقت اپنا نفع ہوتا ہے

اور اس مقصد کے لئے وہ کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتا۔ رہزنی اور قزاقی اس کی شان بہادری ہے اور اس نے اپنے عقیدہ کے موافق اس قزاقی کو جہاد اور لوٹ مار کے مال کو مال غنیمت بنا رکھا ہے۔ وہ اپنے اس فعل پر نادم نہیں۔

بلکہ نازاں ہوتا ہے

آج بچہ سقہ کے مخالف اُسے ڈاکو اور لٹیرا کہتے ہوئے نہیں شرماتے۔ وہ مجھے بتائیں۔ کہ وہ ان افغانوں کی نسبت کیا کہتے ہیں۔ جو جہاد اور غزا کے نام سے دوسروں کے مال و متاع کو لوٹتے اور قید میں رکھ کر ان کی قیمت کا سودا کرتے ہیں۔ سرحد کے پاس آزاد علاقہ میں یہ تماشے آئے دن دیکھے جاتے ہیں۔ پھر ایک چیز جو ایک افغان کے لئے

موجب فخر اور باعث نجات سمجھی جاتی ہے

وہ کسی خاص آدمی کے لئے (بشرطیکہ اس میں بھی پائی جاوے) ممنوع اور مذموم کیوں ہو جاتی ہے۔

غرض افغان کی ذہنیت یہ ہے۔ کہ وہ اپنے نفع کے مقابلہ میں کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتا۔ اور چونکہ لوٹ مار جو اس کی اصطلاح میں غزا اور جہاد ہے نہایت پیاری چیز ہے۔ اس لئے انسانی جان کی قیمت اس کی نظر میں کچھ نہیں۔ اور اس کی سب سے پیاری چیز اس کے مقابلہ میں بندوق کی گولی ہے۔

میں جب ہم افغانوں کے خصائص طبعی اور افتاد طبیعت کو دیکھتے ہیں۔ تو ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں۔ کہ اس خانہ جنگی میں افغان اس کے ساتھ ہو گا۔ جس کے ہاتھ میں ان کے دینے کے لئے

خزانہ ہو گا

ایک طرف یہ زر طلبی افغان کی فطرت میں ہے۔ دوسری طرف وہ مذہب پر سب کچھ نثار کرنے کو تیار ہے۔ مذہب کی وہی صورت مراد ہے۔ جو اس نے اپنے ملاؤں سے سمجھی ہے۔ اور اسے ورثہ میں ملی ہے۔ جہاں کوئی چیز اس کے منافع مالی اور معتقدات مذہبی سے مصادم ہو۔ وہ اسے برداشت نہیں کر سکتا۔ اور چونکہ انسانی جان کی قیمت اس کی نظر میں کچھ نہیں۔ اس لئے وہ

قتل و غارت پر آمادہ ہو جاتا ہے

اور تمام تعلقات کو توڑ دیتا ہے۔ غور کرو۔ آخر امیر حبیب اللہ مقتول امیر افغانستان کو کسی افغان نے قتل کیا۔ کسی کے اشارے پر کیا۔ وہ ان کا بادشاہ تھا۔ شریعت کے بھی اس قدر خلاف نہ تھا۔ دستور آبائی کو اس نے ترک نہ کیا تھا۔ پھر جب سیم و زر کے لالچ نے اس قاتل کو اندھا کر دیا تو

امان اللہ خاں کے خلاف اُٹھنے میں کیا چیز مانع ہو سکتی ہے؟

افغان کی ذہنیت اور طبیعت گرد و پیش کے حالات نے پیدا کر دی ہے۔ وہ ایک قریباً بنجر قطعہ میں رہتا ہے۔ جس کی کوہستانی حالت نے زراعتی پیداوار کو بہت محدود کر دیا ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ ان عادات اور اعمال کو مذہب میں داخل کر چکا ہے۔

سر ہمفری سے میرا انٹرویو

ایک مرتبہ مجھے سر ہمفری سے جب وہ ابھی سر ہمفری نہ تھے۔ بلکہ بنوں کے ڈپٹی کمشنر اور کچھ دنوں کیلئے ٹوچی کے پولٹیکل ایجنٹ تھے انٹرویو کا موقعہ ملا۔ میں نے سرحدی مشکلات پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ گفتگو لمبی تھی۔ سر ہمفری نے میرے ریمارکس کو بہت پسند کیا۔ میں نے انہیں اسی سلسلہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(مضمون دارالاسلام پر مندرجہ ذیل مضمون پیش قادیان میں سنا گیا)

نہیں بتایا تھا۔ کہ افغان کی یہ طبیعت و عادت اس کے ماحول کی وجہ سے ہے۔ اگر حکومت یا قوم اس کے لئے کاروباری اور تجارتی زندگی کے بہترین اسباب پیدا کر دے۔ اور ان کی تعلیم اور تربیت میں صحیح راستہ اختیار کیا جاوے۔ تو

افغان اس لیگ سوسائٹی کا بہترین ممبر ہو سکتا ہے

انہوں نے مجھے ایک سکیم پیش کرنے کے لئے کہا تھا مگر میری دوسری مصروفیتوں نے موقعہ نہ دیا۔ میں اب کہتا ہوں۔ کہ ان کے حالات اس قسم کے ہیں۔ کہ

صرف روپیہ اور مذہب انہیں وفادار رکھ سکتا ہے

و الا وہ کسی کی پرواہ نہیں کریگا۔

یہ امور میں نے اس لئے بیان کئے ہیں۔ کہ اس حقیقت کے سمجھنے کے بعد افغانستان کی موجودہ خانہ جنگی کی حقیقت آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے۔

اس خانہ جنگی کے اسباب

میں تفصیل کے ساتھ اس کے اسباب پر بحث نہیں کروں گا۔ بلکہ صرف یہ کہوں گا۔ کہ اس کی تہ میں

وہی روپیہ اور مذہب کا سوال ہے

اصلاحات کو جس رنگ میں امان اللہ خاں نے جاری کیا وہ افغانستان کے مذہب آبائی کے مفہوم کے صریح تضاد تھا۔ ایک وہ وقت تھا۔ کہ امیر حبیب اللہ خاں ہندوستان آتا ہے۔ تو اسکی سپیشل ٹرین میں بہت سے استنجے کے ڈھیلے بھی مہیا کئے جاتے ہیں۔ اور نماز کے لئے سپیشل ٹرین جہاں وقت آتا ہے کھڑی کر دی جاتی ہے۔ یا نصر اللہ خاں ولایت جاتے ہیں اور وہ کسی بڑے سے بڑے پایہ کی لیڈی کے ساتھ ناچنا تو درکنار ہاتھ ملانے سے بھی اس مذہب قدیم کی روایت کو ملحوظ رکھنے کیلئے مضایقہ کرتا ہے۔ اور یا یہ حالت ہے۔ کہ

امان اللہ خان افغانستان میں پیدا ہو کر
اپنے آپ کو بالکل یورپین کے سانچہ میں
ڈھال لیتا ہے

میں اصلاحات کے مفید یا غیر مفید پہلو پر بحث نہیں کر رہا ہوں۔ صرف واقعات لکھ رہا ہوں اور افغانوں میں یورپی زندگی اور فیشن کو رواج دینا چاہتا ہے جس کا نتیجہ

اخراجات میں غیر معمولی توفیر ہے

اور یہی دو چیزیں ہیں جو افغان کے دماغ کے اس نازک حصہ کو ٹھوکر لگاتی ہیں۔

جہاں زر و مال اور مذہب کی محبت رہتی ہو

اس کا نتیجہ وہی ہونا چاہیئے تھا جو ہوا۔ اور اگر یہ نظام اندر سے کھوکھلا نہ ہو گیا ہوتا۔ اور کابل میں اسکے لئے کچھ بھی محبت اور وفاداری کا جذبہ ہوتا تو اسقدر جلد وہ کابل کی بھاگ پر آمادہ نہ ہوتا

میں نے پہلے آرٹیکل میں یہ بھی بتایا ہے کہ افغانستان میں اس قسم کا مواد موجود ہے۔ کہ ہر شخص جو کچھ بھی جماعت اور حیثیت رکھتا ہے۔ خود برسر حکومت آنیکی خواہش رکھتا ہے اور ان میں باہم خانہ جنگی کا کافی مواد موجود ہے۔ ایسی حالت میں ان میں اتحاد کی توقع بہت مشکل امر ہے۔ اور یہ سب باتیں بحیثیت مجموعی افغانستان کے خود اس کے امن کے لئے خطرناک چیز ہیں۔

ہندوستان کے مسلمانوں کا قدم ہلاکت کی طرف

میں نے پچھلے مضمون میں یہ بھی اشارہ کیا تھا۔ کہ ہندوستان کے بعض سیاسی مسلمان جن کی زندگی اپنے عجائبات کے لحاظ سے قابل غور ہے۔ ہندوستان کے غریب مسلمانوں کو اس آگ میں ایک اور طرح سے جھونک رہے ہیں۔ اور ایک کروڑ روپیہ ان کی جیبوں سے نکال کر افغانستان کے کشت و خون پر خرچ کرنا چاہتے ہیں۔ جن لوگوں نے امان اللہ خاں کے لئے فنڈ مہیا کرنے کا اعلان کیا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کے غضب کو بھڑکانے کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ اسلئے کہ اگر بفرض محال یہ روپیہ جمع ہو جاوے۔ اور امان اللہ خاں اس کی مدد سے کابل پر چڑھائی کرے تو بتاؤ۔

اس میں مسلمان ہی ہلاک ہونگے یا کوئی اور

میں تو تمہاری نظر میں بوجہ احمدی ہونے کے کافر سہی مگر یہ کس ایمان کا خاصہ ہے۔ کہ دو مسلمانوں کے درمیان جنگ کی لکڑیوں کو آگ لگا رہے ہو۔

اور ہندوستان کے ناکردہ گناہ مسلمانوں کے

مال و زر پر ڈاکہ ڈالنا چاہتے ہو

کیا ہندوستان کے مسلمانوں کو ہجرت کی تحریک یاد نہیں۔ کیا یہ وہی افغانستان نہیں۔ جسے وہ دارالامان سمجھ کر گئے تھے۔ اور نہایت ذلت اور بیکسی کی حالت میں واپس ہوئے۔ ان میں سے بہت سے لوگ زندہ ہیں۔ اور وہ اپنی تکلیفوں کو یاد کر کے اب بھی رو پڑتے ہیں

ہندوستان کے مسلمانوں کے اموال پر یہ ناجائز تصرف ہوگا۔ اور انہیں گمراہ کر کے لوٹنے کی تجویز ہے

میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ گورنمنٹ کو مداخلت سے روکنے کے لئے انتہائی حکم دیتے ہیں۔ اور میں بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ

گورنمنٹ کسی قسم کی مداخلت نہ کرے

لیکن خود ایک فریق کے لئے روپیہ جمع کرنے کا اعلان کرنا کہاں کی دیانتداری ہے۔ یہ افغانستان کے معاملات میں مداخلت نہیں ہے؟ ہندوستان کے مسلمان جو اس مقصد کے لئے روپیہ دیں گے۔ وہ اس کشت و خون میں برابر کے شریک ہونگے۔ جو ان کے دیئے ہوئے روپیہ سے ہوگا۔

نہ بچہ سقہ کی مدد کرو اور امان اللہ خاں کی۔ سچ وہی ہے جو بچہ سقہ نے اپنے فرمان میں لکھا ہے۔ کہ

ملک خدا کا ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے۔

بادشاہت دیدیتا ہے۔

صبر سے انتظار کرو۔ اور دیکھو پردہ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ اگر امان اللہ خاں حق پر ہے۔ اور اس نے کسی کا حق غصب نہیں کیا۔ اور وہ اسلام کا خادم و خیر خواہ ہے۔ تو شکست میں بھی اسکی عزت ہے۔ لیکن اگر اس نے خدا کو ناراض کیا ہے۔ اور بے گناہوں کا خون ناحق کیا ہے۔ تو

وہ بادشاہ ہو کر بھی اسکی تعزیر سے بچ نہیں سکتا

سو وقت ہر مسلمان کا فرض ہے۔ کہ وہ اس مالی تحریک کے خلاف آواز بلند کرے اور مسلمانوں کے اموال کی حفاظت کے لئے جو اس سے ہو سکتا ہے کرے۔ اس لئے کہ

یہ مالی امداد مسلمانوں کی خونریزی کیلئے صرف ہوگی۔

(عرفانی ۲۱/۲/۲۹) (باقی تیسرے نمبر میں)